ڈاکٹر تبسم کاشمیری

ولیم فریزر کا قتل، نواب شمس الدین اور لوک گیت فریجن

This Paper tells the story of William Fraser's murder in 1835 in Delhi. Fraser was the resident of East India Company in Delhi from 1830-1835. On 22 March 1835 he was assassinated by some unknown trooper near his house in the darkness of night. Nawab Shamsuddin of Ferozpoor was picked for the crime. Later on he was convicted and hanged. Mirza Ghalib has played a role in this case. William Fraser was considered 'half Asian' because of his Indian life style. He was an extraordinary man. His love for the native ladies was well known. His affair with a meewati woman is recorded in a folk song of Delhi. Perhaps he is the only European who became the theme of an old folk song in India.

❖•❖•❖•❖•❖•❖

ولیم فریزر (William Fraser) کا یہ معمول تھا کہ دن بھر دلی کی ریذیڈنسی (Residency) کے کاموں میں مشغول رہتا، وہاں سے فارغ ہو کر اپنے گھر کو لوٹتا تھا

جو دلی شہر کے کچھ باہر ایک پہاڑی پر تھا اور یہ دلی کا سب سے اونچا مقام سمجھا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مکان فریزر نے ۱۸۳۰ء میں بنوایا تھا، موقع اور محل کے اعتبار سے مکان ایک ایسی جگہ پر بنایا گیا تھا، جہاں سے سارا شہر دکھائی دیتا تھا اور ہوا کسی رخ کی بھی ہو یہاں ضرور محسوس کی جا سکتی تھی۔[۱] ۱۹۳۸ء میں جب پروفیسر حمید احمد خاں نے اس مکان کو دیکھا تو بہت سی تبدیلیوں کے باوجود اس میں مشرقی وضع کی ایک شان دار ڈیوڑھی بہ طور یادگار باقی رہ گئی تھی اور اس ڈیوڑھی کی چھت ایک نہایت عمدہ، فراخ اور ہوا دار نشست کا کام دے سکتی تھی فریزر اکثر شام کو اس پر بیٹھتا ہوگا اس ڈیوڑھی کے عقب میں اس دور تک ایک بہت بڑی محراب والا کمرہ موجود تھا۔[۲] ۱۸۳۰ء میں جب فریزر نے اپنا گھر بنوایا تھا تو یہاں پہاڑی پر گھنا جنگل تھا اور ۱۹۳۸ء تک بھی یہ مقام پیڑوں کی کثرت کے سبب جنگل ہی دکھائی دیتا تھا۔ ان ہی پیڑوں میں ایک بلند ترین مقام پر اس نے اپنا گھر بنوایا تھا۔[۳] دلی کے پہلے ریذیڈنٹ اختر لونی (Ochterloney) کے بعد ولیم فریزر دوسرا یورپین افسر تھا جسے اس دور کی یورپین کمیونٹی ''نیم ایشیائی'' کہتی تھی۔[۴] وہ ہندوستانی معاشرت میں اس قدر گھل مل گیا تھا کہ اس نے سور اور گائے کا گوشت کھانا بند کر دیا تھا۔[۵] ولیم فریزر اردو، فارسی اور ہریانوی اہل زبان جیسی جانتا تھا۔[۶] مقامی لوگوں سے اس کے تعلقات بہت گہرے تھے۔ اس کے پہاڑی والے گھر میں دعوتوں اور محفلوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ مرزا غالب سے بھی اس کی دوستی تھی وہ بھی ان محفلوں کی زینت بنتے تھے۔

۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء کی ایک رات تھی جب ولیم فریزر (William Fraser) مہاراجہ کشن گڑھ کے ہاں دعوتِ طرب سے محظوظ ہو کر اپنے گھر کی طرف لوٹ رہا تھا۔ وہ خود گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ساتھ ایک اسپ سوار سپاہی اور دو چپڑاسی بھی تھے جو اس کے عقب میں چلے آ رہے تھے۔ رات گئے یا نصف شب کو شہر میں دعوتوں اور نشاط کی محفلوں سے فارغ ہو کر لوٹنا اس کا معمول تھا اور اس شب بھی وہ حسب معمول اپنے پہاڑی

گھر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اپنے گھر کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ ایک نہایت مشاق نشانہ باز نے بڑے دہانے کی بندوق کی تین گولیاں فریزر کی چھاتی میں داغ دیں اور فی الفور فرار ہونے میں کام یاب ہو گیا۔ فریزر کو زمین پر زخمی حالت میں دیکھ کر ہندوستانی عمل نے اسی وقت میجر پیو (Major Pew) اور کورنٹ رابنسن (Cornet Rabinson) کو خبر دی جو قریب ہی رہتے تھے۔ ولیم فریزر کے جسم کو اس کے گھر میں پہنچایا گیا مگر اس وقت تک وہ مر چکا تھا۔ شہر کے مجسٹریٹ کو اس سانحہ کی اطلاع دی گئی اور باخبر کر دیا گیا کہ فریزر کے قاتل کو شہر میں داخل ہوتے دیکھا گیا ہے اس لیے شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم صادر کر دیا گیا۔[7]

ولیم فریزر ایجنٹ گورنر جنرل آف انڈیا کا قتل برطانوی حکومت کے لیے اس دور کا بہت بڑا صدمہ تھا۔ ہندوستان کا حاکم کہلانے والی کمپنی کے حکام اس بات کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ ٹامس مٹکاف (Thomas Metcalfe) کی بیٹی جو بعد میں لیڈی کلائیو بیلی (Ledy Clive Bailey) کہلائی اس وقت کم عمر تھی اور دلی مین اپنے ماں باپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا باپ گھر کی نپولین گیلری میں مطالعہ کر رہا تھا کہ رات کی گہری خاموشی میں ملازمین کی آوازیں سنائی دیں۔ مٹکاف صاحب نے بالکل اچانک ڈرائنگ میں آ کر یہ خبر سنائی کہ دلی میں ولیم فریزر کا قتل ہو گیا ہے اور میں فی الفور تحقیقات کے لیے جا رہا ہوں۔[8]

اس قتل کے بارے میں دلی کے برطانوی افسر پورے انہاک کے ساتھ تفتیش کا کام کرنے لگے۔ ان کی اولیں نظر فیروز پور کے نواب شمس الدین خان پر پڑی۔ شک کی وجہ یہ تھی کہ ولیم فریزر اور نواب شمس الدین کے درمیان تعلقات کی کشیدگی کا اہل دلی کو اچھی طرح علم تھا۔ اس کشیدگی کا ایک سبب یہ تھا کہ فیروز پور کے جاگیردار نواب احمد بخش خان کے انتقال کے بعد شمس الدین خاں ان کے جانشین بنے تھے۔ شمس الدین کے دو

Scanned by CamScanner

سوتیلے بھائی تھے جن کے نام ضیا الدین احمد خان اور امین الدین احمد خان تھے ان کے درمیان لوہاروں کی جاگیر پر تنازعہ چل رہا تھا چھوٹے بھائی اس جاگیر کا دعویٰ کرتے تھے کمپنی کے حکام نے فیصلہ شمس الدین خان کے حق میں کر دیا تھا۔ ۱۸۳۰ء میں جب ولیم فریزر دلی کا کمشنر اور ریذیڈنٹ مقرر ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ شمس الدین کے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوا ہے اس لیے وہ ان کی حمایت کرنے لگا۔ ولیم فریزر کے ساتھ مرزا غالب کی دوستی نے بھی اس حمایت کے حصول میں معاونت کی۔ فریزر کے مشورے سے امین الدین خان نے اپنا کیس کلکتہ لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ فریزر اور نواب احمد بخش خان کے درمیان دوستی تھی اسی طرح سے شمس الدین اور فریزر کے درمیان بھی خوش گوار تعلقات قائم تھے مگر جب فریزر نے شمس الدین کے بھائیوں کے دعویٰ کی حمایت کی تو وہ فریزر سے سخت ناراض ہو گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ فریزر کے گھر جا کر ملاقات کرے گا۔ اور وہ ملاقات کے لیے گیا۔ مگر فریزر نے اسے ملنے سے انکار کر دیا۔ افسوس ناک بات یہ تھی کہ شمس الدین کو فریزر کے حکم سے بے عزتی کے ساتھ گھر سے نکلوا دیا گیا۔[9] شمس الدین جیسے باوقار جاگیردار کے لیے یہ بہت بڑی بے عزتی تھی اور وہ انتقام کی آگ سے بھڑک اٹھا۔ اور اس نے ولیم فریزر کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

فریزر کے قتل میں ایک اور محرک بھی تھا جسے برطانوی مورخین نے نظر انداز کیے رکھا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ فریزر بہت لاابالی مزاج کا مالک تھا۔ خود سر تھا۔ مقامی عورتوں سے اس کے تعلقات اس دور میں زبان زدِعام تھے۔ برطانوی افسروں میں جنرل ہروے (General Hervey) واحد شخص تھا جس نے فریزر کے قتل میں حقیقت بیانی سے کام لیتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ فریزر نے نواب شمس الدین کی بہن کا نام لے کر اس کا حال پوچھا تھا۔ اور یہی بات اشتعال کا باعث بن گئی تھی۔[10] ۱۹۳۸ء میں پروفیسر حمید احمد خاں نے بھی دلی میں یہ بات سنی تھی کہ فریزر کے ساتھ شمس الدین خان کا فساد جہانگیرہ بیگم کے متعلق

ہی ہوا تھا۔[11] (یہ نواب کی بہن کا نام تھا)

ولیم فریزر کے قتل کی تحقیقات شروع ہوئیں تو اس میں غالب کا کردار بھی سامنے آیا۔ غالب ہی کے دو خطوں میں اس سانحہ کے بارے میں کچھ مواد بھی ملتا ہے جس سے غالب کا کردار مجروح ہوتا ہوا نظر آتا ہے:

گوشہ گیری اور شکستہ خاطری کے زمانے میں کسی ظالم خدا ناترس نے کہ ہمیشہ عذاب ابدی میں گرفتار رہے ولیم فریزر صاحب بہادر ریذیڈنٹ دہلی کو جو غالب مغلوب کے مربیوں میں سے تھے، شب تاریک میں بندوق کی گولی سے ہلاک کر دیا اور میرے لیے باپ کی موت کا غم تازہ ہو گیا۔

دل بے قابو ہو گیا اور میرے خیال و حال پر غم و اندوہ کے بادل چھا گئے۔ آرام و راحت کا خرمن بے طرح جل گیا۔ وقت نے صفحۂ دل سے نقشِ امید کھرچ کر پھینک دیا۔

قضارا جو نشان بتلائے گئے اور اس بنیاد پر جو غلط نہیں تھی ایک سوار کو جو والیٔ فیروزپور کے ملازموں میں سے ہے اس ستودہ صفات شخص کے قتل کے جرم میں پکڑ لیا۔ شہر کے صاحب مجسٹریٹ بہادر کہ پہلے سے مجھ سے واقف تھا اور اس زاویہ نشینی کے زمانہ میں جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے کہ بوم کی طرح صرف رات کے وقت ممکن تھی۔ شبانگاہ میں کبھی کبھی اس سے ملنے جاتا تھا، سکون و عافیت کے اوقات گزارتا تھا۔

جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس نے حقیقت حال تک پہنچنے اور اس پر پڑے ہوئے بہت سے اسرار کی پردہ کشائی کی غرض سے مجھے اپنے ساتھ ملا لیا یہاں تک کہ والیٔ فیروز پور مجرم قرار پا گیا اور سرکار کے حکم سے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری عمل میں آئی اور سرکاری پولیس اس کی جاگیر پر جا کر بیٹھ گئی۔ چونکہ میرے اور اس کے مابین نااتفاقی چل رہی تھی اور شہر کے لوگ اس سے واقف تھے سب کے سب نے میرے مخالف

Scanned by CamScanner

اور اس کافر نعمت کی گرفتاری کو جس نے اپنے محسن کو مار ڈالا میری طرف سے مخبری کا نتیجہ قرار دیا۔

یعنی مرد مانِ شہر خاص و عام یہ واہمہ رکھتے ہیں کہ شمس الدین بے گناہ ہے فتح اللہ بیگ خاں اور اسد اللہ خاں نے انگریزوں کو اس کے خلاف بھڑکایا ہے اور اس کے حق میں چند جھوٹی سچی باتیں لگا کر اس بیچارے کو مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے طرفہ تر بات یہ کہ فتح اللہ بیگ خاں والیٔ فیروز پور کا برادر عم زاد ہے۔ مختصر یہ کہ قصہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مجھ پر لعنت ملامت دہلی کے یا وہ گویوں کا وظیفۂ لب بن گئی ہے۔

آغاز میں تو صرف ولیم فریزر بہادر کے قتل ہی کا افسوس تھا اب ایک طرف قاتل مشخص ہو گیا اور اُدھر بدگمانانِ شہر نے مجھے عاجز کر دیا۔

یزدانِ پاک سے جو ستم گردں کو ہلاک کرتا ہے اور ستم رسیدہ لوگوں کو اپنی بخشایشوں سے نوازتا ہے میں صبح کے وقت یہ دعا کرتا ہوں کہ اس خیرہ سر بے آزرم کو جلد از جلد اس کے کیفر کردار تک پہنچائے اور اس سربلندی طلب کرنے والے کو فرازئ دار نصیب ہو میں جانتا ہوں کہ میری ہمت ظفریاب اور میری دعا بارگاہِ خداوندی میں مستجاب ہے۔[۱۲]

ایک دوسرے خط میں غالب نواب شمس الدین کے انجام کی خبر دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کیا عرض کروں کہ میری ہمت ایک عجیب کام کی انجام دہی میں مصروف تھی اور میری نظر ایک منظر بلند کی دیدہ بانی کر رہی تھی یہاں تک کہ وہ ہنگامہ ختم ہوا اور اس کے ہر کردار کو جیسا کہ چاہیے تھا اس کے عمل کی پاداش مل گئی...... جاگیردار فیروز پور کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور اس کی جاگیر اور متعلقات جاگیر بحق سرکار ضبط ہوئے...... میں

Scanned by CamScanner

کہ اس جاگیر میں انگریزی سرکار کے حکم سے وظیفہ پاتا ہوں اب
مجھے اس کا انتظار ہے کہ یہ حکام میرے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے
ہیں۔ ہنوز یاوریِ تقدیر کی امید میں جی رہا ہوں۔''[13]

دلی کی عدالت میں نواب شمس الدین خان کو ولیم فریزر کے قتل کے شبہ میں ملوث پا کر تحقیقات کا آغاز کیا گیا۔ چونکہ یہ بہت اہم تاریخی مقدمہ تھا اس لیے عدالتی کاروائی تیزی سے جاری رہی۔ پنجاب آرکائیوز، لاہور میں اس مقدمے کی فائل کے وہ حصے موجود ہیں جن میں دلی کے ریذیڈنٹ کی طرف سے گورنر آگرہ کو حالات سے باخبر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ان کاروائیوں کے مطابق دلی کے مجسٹریٹ نے نواب شمس الدین خان کو عدالت کی طرف سے اطلاع بھجوائی تھی کہ فریزر کے مقدمہ قتل میں اس کی حاضری عدالتی تفتیش کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔[14] ۲۰ اپریل ۱۸۳۵ء کو گورنر جنرل ان کونسل نے آگرہ سے حکم دیا تھا کہ اگر نواب عدالت میں حاضری کے سمن (Summon) کی تعمیل نہ کرے تو اس سے طاقت کے ذریعے تعمیل کروائی جائے۔[15] ریذیڈنٹ کی رپورٹ کے مطابق نواب احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے۔ ۱۸ اپریل کو دلی پہنچ گیا تھا اور اسی روز اس نے مجسٹریٹ سے ملاقات کی تھی۔ مجسٹریٹ کے بیان کے مطابق ملاقات کا نتیجہ غیر تسلی بخش رہا تھا۔ یہ بھی خبر دی گئی تھی کہ اگر نواب اپنی دریا گنج والی حویلی میں مقیم رہا تو اس کا رابطہ اپنے پیروکاروں سے برقرار رہے گا، اس لیے وہاں رہنا درست نہ ہوگا اس خیال کے پیش نظر کچہری کے قریب اس کی رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ رپورٹ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک دلی کے حکام نواب کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کا دعویٰ کر رہے تھے۔[16] عدالتی تحقیق کے نتیجہ میں جو شواہد ملے تھے ان کی ایک عمدہ رپورٹ اختصار کے ساتھ ڈبلیو۔ ایچ۔ سلیمین (W.H. Sleeman) کی کتاب Rambles and recallections of ar Indian Offical میں دی گئی

Scanned by CamScanner

ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق شمس الدین خان نے اپنے دو خاص آدمی انیہ اور کریم خان ولیم فریزر کے قتل کے لیے مقرر کیے تھے۔ وہ کئی ہفتوں تک دلی میں مقیم رہ کر فریزر کی روزمرہ نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے تھے اور اس مقصد کے لیے کسی بہترین گھڑی کا انتظار کرتے رہے تھے۔ کریم خاں اپنے زمانے کا بہت بڑا نشانہ باز تھا۔ اور اسی فن کو استعمال کرتے ہوئے اس نے فریزر کو ختم کر دیا تھا۔ ایک انگریز افسر جان لارنس نے کریم خان کو اس کے ٹھکانے سے دلی میں پکڑا، اس کے قبضے سے شمس الدین خان کے خطوط نکلے جو علامتی شکل میں لکھے گئے تھے بعد میں ان کی تعبیر کرتے ہوئے کہا گیا کہ ان میں فریزر کے متعلق اشارے موجود ہیں۔ دلی کے ایک کنوئیں سے وہ بندوق بھی مل گئی جو قتل میں استعمال کی گئی تھی اور جسے کریم خان نے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ اس مقدمے میں فیصلہ کن کردار نواب کے ملازم انیہ کا تھا جو فیروز پور بھاگ گیا تھا وہاں اسے یہ محسوس ہوا کہ شاید نواب اس قتل کا ثبوت ختم کرنے کے لیے اسے قتل کر دینا چاہتا ہے اس خوف سے وہ پہلے اپنے گاؤں میں اور پھر پہاڑوں میں چھپ گیا۔ موت سے وہ مسلسل خائف رہا اسی ذہنی کیفیت میں اس نے سلطانی گواہ بننا قبول کر لیا اور قتل کے واقعات بیان کر دیے۔ دلی کی عدالت کا جج رسل کولون (Russel Collvin) تھا اس نے شمس الدین خان کو اس قتل کا محرک قرار دیتے ہوئے سزائے موت کا حکم صادر کیا یہی سزا کریم خان کو سنائی گئی۔ ریذیڈنٹ دلی نے اس سزا کی خبر گورنر آگرہ کو ارسال کی اور وہاں سے کلکتہ کی سپریم گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی گئی اور وہاں سے نواب کی سزائے موت کے احکام کی تصدیق کی گئی۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۳۵ء کو اطلاع دی گئی کہ ولیم فریزر کے قتل میں نواب شمس الدین کو سزائے موت دی جائے۔ سزا پر عمل درآمد کرانے کے لیے وارنٹ جاری کیا جائے اور نواب کی ریاست اور تمام جائیداد کی ضبطی کے احکام صادر کیے جائیں۔ پرگنہ لوہارو نواب کے دونوں بھائیوں کو واپس کیا جائے۔[۱۷] ریذیڈنٹ دلی نے ۱۸ اکتوبر ۱۸۳۵ء کو آگرہ کے

Scanned by CamScanner

گورنر کو یہ اہم اطلاع ارسال کی کہ ۸ اکتوبر کی صبح کو کشمیری دروازے کے باہر نواب کو پھانسی دے دی گئی اور اس کے ایک گھنٹہ بعد نواب کی لاش اس کے برادرِ نسبتی کے سپرد کر دی گئی۔

ولیم فریزر اپنے دور میں ایک لیجنڈ (Legend) کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اس کے بارے میں دور دور تک یہ مشہور تھا کہ اس نے چوراسی شیر مختلف اوقات میں شکار کیے تھے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ اپنی عادات کے اعتبار سے اسے ''نیم ایشیائی'' کہا جاتا تھا۔ ایشیائی عادات ہی کی وجہ سے دلی کے پہلے ریذیڈنٹ اختر لونی (Ochterloney) کی طرح وہ بھی دیسی عورتوں سے عشق کرتا تھا۔ عمر بھر اس کے کتنی عورتوں سے تعلقات رہے اس کے بارے میں تو کچھ کہنا بہت مشکل ہے مگر دلی میں اس کے حرم میں چھ۔ سات باقاعدہ بیویاں موجود تھیں جو سب کی سب دیسی عورتیں تھیں۔ فریزر کے کئی بچے ان عورتوں سے تھے۔[۱۸] یہ بھی روایت ہے کہ میواتی عورتوں سے اسے خصوصاً عشق تھا۔ وہ میوات کے علاقے میں ایک داستانی ہیرو کی طرح مشہور تھا اور اس علاقے میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بالآخر وہ لوک گیتوں کا ہیرو بن گیا تھا۔ یورپین لوگوں میں شاید وہ واحد شخص تھا کہ جو لوک گیتوں میں ظاہر ہوا تھا۔ دلی اور میوات کے علاقوں میں سو سال پہلے تک ایک لوک گیت ''فریجن'' کے نام سے مشہور تھا۔ یہ گیت میواتی دوشیزہ ''سرون'' اور فریزر کے عشق کے بارے میں تھا۔ اس گیت کو آغا حیدر حسن دہلوی نے جولائی ۱۹۳۳ء کے ''ادبی دنیا'' میں اپنے ایک مضمون کے ساتھ پیش کیا تھا۔ میں اس بھولے بسرے گیت کو آغا صاحب کے ایک نوٹ کے ساتھ دوبارہ دنیائے ادب کے سامنے لا رہا ہوں:

''فریزر کی قبر کشمیری دروازے مین جیمس اسکنر کے گرجا مین اب تک موجود ہے۔ دلی کے آس پاس اب بھی جاٹوں کے گاؤں میں فریجن کی یاد تازہ ہے۔ دلی پیاری

Scanned by CamScanner

کے بسنے والے کونسا ایسا ہوگا جس نے گلابی جاڑے کی چاندنی راتوں میں قطب صاحب کے قیام یا آس پاس کے جنگلوں کی سیل میں ڈھولک اور سارنگی کے ساتھ لبی اوپر جانے والی آواز میں کھڑاگ کی کھٹ کھٹ سے ملے ہوئے سروں میں فریجن اور سَرون کا گیت نہ سنا ہوگا۔ یہ گیت سو برس سے زیادہ کا ہے۔ میرے چھٹپن میں بھی شہر میں برسات کی راتوں میں پرانی مامائیں، اصیلیں، مغلانیاں تھوڑے تھوڑے سے الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ گایا کرتی تھیں۔ اور برسات کے گیتوں میں بیسیوں گیت تھے۔ ''چتر بنجارے''، ''نیلی سی گھوڑی باتلی''، ''جارے مغل کے چھوکرے جھجری پانی کی لا پیاسی مرے چندراولی''، ''جھولا کن ڈالورے امریاں''، ''مہاراجہ کیوڑیاں کھولورس کی بوندیں پڑیں''، ''جمنا پہ چھائی رے کالی گھٹا''، ''آئی اندھیری رات رے میں بھیجی جاؤں''، ''مان آڑو جامن گھلے دھرے''، ''نیم کی بنولی پکی ساون کا دن آئے گا''، ''کوئی بندا چانول لایورے دال ہے مسور کی''، ''بیر سان آیا رے اب مورے سیاں گئے ہیں بدیس موہے چندری کون رنگادے''، ''اماں میرے باوا کو بھیجو ری کہ بٹی تیرا باوا تو بڈھا ری''، ''چوڑا تو ہاتھی دانت کا رے'' کس کس گیت کی یاد کرکے چھاتی پیٹیوں۔ سینکڑوں ہی گیت تھے کہ جہاں جھولے میں ٹنگے اور ہیں کہ نکلتے چلے آتے ہیں۔ ختم ہی ہونے پر نہیں آتے۔ سقنیاں ہیں کہ الگ ڈھولک اور سارنگی کے ساتھ اپنے الاپ رہی ہیں۔ دھوبیوں کے کھنڈ الگ ہیں۔ جانے دلی پیاری میں دلی والے رہے بھی یا نہیں۔ یا ہیں تو وہی سیلانی جیوڑے ہیں۔ جو میرے چھٹپنے میں تھے۔ باہر والوں اور نئی تاشی کے لیے یہ گیت جو میرا ذہن محفوظ رکھ سکا۔ لکھتا ہوں۔ اس سے فریجن کے کچھ کارنامے معلوم ہوں گے۔

فریجن سَرون کے گیت کی خاص دھن ہے۔ جو سننے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ ہائے اب تو شاید اس کا گانے والا بھی کوئی نہ رہا ہوگا۔ وہ رہی سہی سبھا بھی الٹ گئی۔ شہری شہر بدر ہوئے۔ باہر والے آن گھسے۔ نہ وہ شہر رہا نہ وہ لوگ رہے۔ جب ہم ہی وہاں نہ

رہے تو رہتا کیا خاک۔ اب تو یہ بھی کوئی نہیں بتا سکتا گانوں ''گنگانا'' ہے۔ گوہانہ ہے یا ''ننگانا'' ہے۔ اور بہت سے سائیں کے لال ایسے بھی ہوں گے۔ جنہیں یہ بھی نہ معلوم ہو کہ ڈھولا کنواں کہاں ہے۔ جانے کس بھن پیرے سبز قدموں کی بدولت یہ سارستی آئی۔ ہائے دلی والے دلی۔

یہ واقعات میں نے سکندر جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ سے جو نواب شمس الدین کی بہن کی نواسی تھیں سنے ہیں۔ ان کو میں دادی اماں کہا کرتا تھا۔ اور ان سے بہت مانوس تھا۔ مرحومہ بھی مجھ سے بہت الفت رکھتی تھیں۔ ان کی صاحبزادی اختری بیگم صاحبہ مرحومہ سرامیر الدین خان بہادر نواب لوہارو سے منسوب تھیں + بسم اللہ بیوی صاحبہ بنت نواب شیر جنگ بہادر جو میرے نانا نواب احمد حسن خان صاحب مرحوم سے منسوب تھیں۔ وہ بھی فریجن اور مرزا شمس الدین کے واقعات سنایا کرتی تھیں۔ اور اکثر شہر کی بڑی بوڑھیوں اور پرانے ثقہ و سنجیدہ لوگوں سے میں نے تمام مذکورہ بالا حالات سنے ہیں۔ گیت ملاحظہ ہو:

دھر کلکتے سے چلا فریجن پانچوں پیر منائے۔
اللہ جانے رے پانچوں پیر منائے
پانچ مقام دلی کے نولے چھٹا گوہانہ گاؤں
اللہ جانے رے چھٹا گوہانہ گاؤں
ڈھولے کنوئیں پہ تنبورے تانے میخیں دیں گڑوائے
اللہ جانے رے میخیں دیں گڑوائے
پانچ سوار چھٹا رے فریجن سَرون ڈھونڈن جائے
اللہ جانے رے سرون ڈھونڈن جائے۔ جکوئی سَرون کا بھید بتائے ہاتھی دوں گا انعام
اللہ جانے رے ہاتھی دوں گا انعام
سگے چچا نے بھید بتایو سَرون باجرے میں

Scanned by CamScanner

اللہ جانے رے سرون باجرے میں
ڈولے ڈولے چلا فرنگجن پانچ سوار لیے
تیرا مریو پانچ سوار لیے
پانچ پیڑ باجرے کے کاٹے چھٹا نہ کاٹا جائے
اللہ جانے رے چھٹا نہ کاٹا جائے
ہاتھ میں گوپیا ڈونگے درانتی ٹولے بگاتی جائے
اللہ جانے رے ٹولے بگاتی جائے
ہاتھ پکڑ ہاتھی پہ ڈالا سَرون روتی جائے
تیرا مریو سَرون روتی جائے
امی چند روتا دولے سرون میری جائے
تیرا مریو سرون میری جائے
بھائی بھتیجو سبھی جو کنبہ مل لے سرون پھیر ملن کی نائے
اللہ جانے رے سَرون پھیر ملن کی نائے
الٹے سلٹے گوندھ دے ری نائی کی پھر نہ گندھاون آئے
اللہ جانے رے پھر نہ گندھاون آئے
آگے لہار کی پیچھے سنار کی بیچ میں سَرون جائے
اللہ جانے رے بیچ میں سَرون جائے
آدھی رات پہر کا تڑکا تارے گنتی جائے
اللہ جانے رے تارے گنتی جائے
چھوٹے بگڑ سے بڑے بگڑ میں جائے
اللہ جانے رے بڑے بگڑ میں جائے

Scanned by CamScanner

پیڑھی کا بیٹھنا چھوڑ میری سَرون کرسی کا بیٹھنا سیکھ
اللہ جانے رے کرسی کا بیٹھنا سیکھ
ہاتھوں سے کھانا چھوڑ میری سَرون چھری کانٹوں سے کھانا سیکھ
اللہ جانے رے چھری کانٹوں سے کھانا سیکھ
لہنگے کا پہننا چھوڑ میری سَرون سائے کا پہننا سیکھ
اللہ جانے رے سائے کا پہننا سیکھ

❖•❖•❖•❖•❖•❖•❖

حوالے

۱۔ بشیر الدین احمد، واقعات دارالحکومت دلی (دلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۲ء) ج۔۲، ۴۹۲

۲۔ پروفیسر حمید احمد خاں، مرقع غالب (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۳) ۲۴۵

۳۔ مذکورہ حوالہ، ۲۴۶

4- Percival spear, Twilight of the Mughals (Delhi: munshiram manoharlal, 1991) 164

5- William Dalrymple, White Mughals (London:flaminigo, 2003)53

۶۔ عبدالقادر خان، علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) محمد ایوب قادری، ترتیب و حواشی: (کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۷۰ء) ج۔۱، ۱۷۳

7- W.H. Sleeman, Ramhles and Recollections (Delhi: Rupa, 2003) 414-415.

Scanned by CamScanner

8- M.M. kaye, editer; The Golden calm (England: webh & Bower 1980)24

9- Twilight 184

10- Ramhles 723

۱۱۔ مرقع غالب، ۲۴۱

۱۲۔ تنویر احمد علوی، مرتب: اوراق معانی (دلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۲ء) ۱۴۷، ۱۴۶

۱۳۔ اوراق معانی، ۱۵۰، ۱۴۹

14- File Case No.9-A, 22 April 1835. Punjab Archives, Lahore.

15- Ibid. p.51-52

16- Ibid. 22 April 1835.

17- Ibid. 30 september 1835, p.73

18- Geoffery Moorhouse, India Britanica (Chicago: Academy chicago publishers, 1983)138

Scanned by CamScanner

william fraser

Scanned by CamScanner

نواب شمس الدین خان (عجائب گھر، دہلی)

Scanned by CamScanner